ماڈیول کی تفصیلات اور اس کا خاکہ

Details of Module and its structure

ماڈیول کی تفصیلات Module Detail	
مضمون کا نام **Subject Name**	اردو Urdu
کورس کا نام **Course Name**	ثانوی سطح کے اردو اساتذہ کے لیے آن لائن تربیتی کورس **Online Course for Teachers Teaching Urdu at Secondary Stage**
ماڈیول کا عنوان **Module Name/Title**	زبان کی تدریس کے اندازِ نظر **Zuban ki Tadrees ke Andaz-e-nazar**
ماڈیول آئی ڈی **Module ID**	**TUSS_ZTA_21**
کلیدی الفاظ **Keywords**	تعمیری انداز نظر، استقرائی انداز نظر، ربط باہمی کا نظریہ، کثیر لسانی انداز نظر، شمولیاتی انداز نظر

ڈیولپمنٹ ٹیم

Development Team

کردار **Role**	نام **Name**	ادارہ **Affiliation**
کورس کو آرڈینیٹر **Course Coordinators**	پروفیسر محمد فاروق انصاری **Prof. Mohd. Faruq Ansari** پروفیسر دیوان حنان خان **Prof. Diwan Hannan Khan**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**
کورس ایڈمنسٹریٹر **Course Administrator**	ڈاکٹر عزیر احمد **Dr. Uzair Ahmad**	ڈی ای ایل، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی **DEL, NCERT, New Delhi**

ماڈیول 21

زبان کی تدریس کا اندازِ نظر

فہرست

2	تمہید	3
3	تعمیری اندازِ نظر	3
4	استقرائی و استخراجی اندازِ نظر	5
5	ربطِ باہمی کا نظریہ	6
6	مضمون کے متن کا باہمی ربط	7
7	مختلف مضامین کا ایک دوسرے کے ساتھ ربط	7
8	اسکول اور حقیقی زندگی میں ربط	8
9	زبان کا ہمہ جہت نظریہ	8
10	کثیر لسانی اندازِ نظر	9
11	ترسیلی اندازِ نظر	10
12	بین علوم اندازِ نظر Inter-disciplinary Approach	12
13	شمولیاتی اندازِ نظر Inclusive Approach	13

1 تمہید

تدریس ایک ہمہ گیر عمل ہے۔ طالب علموں کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں میں منظم طریقے سے تبدیلی کے لیے ساز گار ماحول فراہم کرنا تدریس کا اہم کام ہے۔ ساز گار ماحول سے مراد ایسا ماحول ہے جہاں طالب علم اپنے موجودہ علم و تجربات کی روشنی میں اپنی ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لاتا ہے اور نئے علم سے مطابقت پیدا کرتا ہے۔ علم کا حصول ایک مسلسل عمل ہے۔ اس بات کے پیشِ نظر تدریس کے لیے ماہرین نے الگ الگ اندازِ نظر پیش کیے ہیں جو مختلف عمر اور ذہنی صلاحیتوں کے طلبا کی آموزش میں مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔ ان میں سے چند کا ذکر ہم اس سبق میں کریں گے۔

2 تعمیری اندازِ نظر

ماہرینِ تعلیم اس بات سے متفق ہیں کہ علم بچّے کی خارجی دنیا میں موجود ہے۔ وہ اپنے گرد و پیش کی دنیا سے تعامل کے ذریعے سے دریافت کرتے ہیں۔ یہ عمل حواسِ خمسہ کی مدد سے ہوتا ہے یعنی علم کی تعمیر وہ بذاتِ خود کرتے ہیں۔ اساتذہ کا کام طلبا کے اس تعمیری عمل میں ان کی رہنمائی کرنا ہے۔ یہی عمل تعمیری اندازِ نظر کا بنیادی تصور ہے۔

ذہنی نشو و نما اور حصولِ علم سے متعلق معاشرے کے کردار پر ماہرینِ نفسیات کی الگ الگ رائے ہے۔ کچھ ماہرین کا خیال ہے کہ ذہنی صلاحیت کی نشو و نما پہلے ہوتی ہے جس کی مدد سے بچہ علم حاصل کرتا ہے۔ جب کہ کچھ دوسرے ماہرین کا کہنا ہے کہ عمل یا آموزش ذہنی صلاحیتوں کے فروغ میں مددگار ہوتی ہے جس کے لیے معاشرے کے دیگر افراد ذمے دار ہیں۔ اس کے باوجود ژاں پیاژے، وائیگوٹسکی اور نووک اس بات پر متفق ہیں کہ آموزش ایک تعمیری عمل ہے جس کی بعض خصوصیات اس طرح ہیں۔

1۔ آموزش ایک غیر فعال اصولی عمل ہونے کے بجائے معنی تشکیل کرنے والا فعال عمل ہے جو مسائل کو حل کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔

2۔ نئی آموزش بچے کی سابقہ معلومات پر منحصر ہوتی ہے۔

3۔ آموزش سے مراد سابقہ ذہنی خاکوں کی نئی ترتیب ہے جسے تجربے کی بنیاد پر قائم کیا جاتا ہے۔

4۔ آموزش معاشرتی تعامل سے فروغ پاتی ہے۔

5۔ بامعنی آموزش حقیقی عمل کے دوران ہی ہوتی ہے۔

تعمیری اندازِ نظر دراصل آموزش اور تدریس سے متعلق نظریات میں ایک نئی فکر کی شمولیت کا نام ہے۔ اس میں طلبا اور معلّم کے کردار کو واضح کیا جاتا ہے۔ اس اندازِ نظر میں طلبا کی ذہنی صلاحیت، سابقہ معلومات، نئے علم کی افادیت اور فطری و معاشرتی ماحول کو تعلیم کا مرکز تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس اندازِ نظر کے مطابق اساتذہ طلبا کو براہ راست نئی معلومات، تصوّرات، اصول و قواعد نہیں سکھاتے بلکہ جو کچھ بچّے جانتے ہیں یا جن الفاظ و معنی کا ذخیرہ ان کے پاس ہے اسے ہی دوبارہ ترتیب دینے میں ان کی مدد کرتے ہیں۔ اسی معلومات کی بنیاد پر ان میں غور و فکر کی صلاحیت کے فروغ کی کوشش کرتے ہیں تاکہ بچّے خود اصول و قواعد اخذ کر سکیں۔ یہاں معلّم ایک مددگار دوست کی حیثیت رکھتا ہے۔ طلبا تین چار کے گروہ میں آپس میں بات چیت کے ذریعے ایک دوسرے کو اپنے علم اور تجربات میں شریک کر کے نئے علم تک پہنچتے ہیں اور اپنی فہم و فراست میں اضافہ کرتے ہیں۔

اس اندازِ نظر میں معلّم کے علم میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ وہ یہ جاننے کی کوشش کرتا ہے کہ طلبا کس طرح اپنے علم کی تعمیر کرتے اور کس طرح سوچتے ہیں، ان کی معلومات کتنی بڑھتی ہے اور وہ کس قسم کے تجربات سے دوچار ہوتے ہیں وغیرہ۔ استاد یہ بھی جانتے ہیں کہ آج جو علم طلبا کے پاس ہے وہ مکمل اور حتمی نہیں ہے۔ اس لیے وہ رٹنے اور رٹانے پر زور نہیں دیتے۔ وہ یہ کوشش بھی نہیں کرتے کہ طلبا بغیر سمجھے ہوئے کثیر مواد کو یاد رکھیں۔ تعمیریت کا تصور اس امر پر مبنی ہے کہ طلبا انفرادی طور پر فعال رہتے ہوئے نئے علم کی تعمیر، وضاحت، منظم اور نئے علم کو جذب کریں۔

زبان کی تدریس کے لیے یہ ایک اہم اندازِ نظر ہو سکتا ہے۔ طالب علم جو زبان سیکھ کر آئے ہیں اس میں ان کے لیے نئے الفاظ سیکھنے اور استعمال کرنے کے مواقع موجود ہوتے ہیں۔ ان سے ایسی سرگرمیاں کرائی جا سکتی ہیں جہاں وہ زبان کے ذریعے اپنے علم اور خیالات کا اظہار کر سکیں۔ یہ سرگرمیاں چھوٹے چھوٹے گروہوں میں ہو سکتی ہیں جہاں ہر طالب علم کو اپنی بات کہنے کا موقع مل سکے۔ معلّم طلبا کے

ذریعے استعمال کیے جانے والے الفاظ اور جملوں کا بغور مطالعہ کرسکتے ہیں۔ غلط جملہ یا لفظ استعمال کرنے پر اس کی وضاحت کرسکتے ہیں۔ جملے یا لفظ کے غلط یا نامناسب استعمال پر تنبیہ کیے بغیر وہ طلبا کو خود سوچنے پر مجبور کرسکتے ہیں کہ وہ متبادل لفظ استعمال کریں۔ واقعات، کہانی اور نظم پر تبصرہ کرنے کا موقع دینے سے بچے نئے الفاظ اور معنی سیکھتے ہیں۔ اس طرح ان کے علم میں اضافہ ہوتا ہے۔ ابتدائی جماعتوں میں ان کی زندگی اور کارکردگیوں سے متعلق معلومات حاصل کرنے سے بولنے اور سننے کی مہارتوں کا فروغ ہوتا ہے۔ وہ الفاظ کی روانی اور تسلسل پر بھی توجہ دے سکتے ہیں۔ اس اندازِ نظر کے مطابق طلبا کے ساتھ معلّم کا بھی فعال رہنا لازمی ہے۔

3 استقرائی واستخراجی اندازِ نظر

استقرائی واستخراجی اندازِ نظر اس بات کی وضاحت کرتا ہے کہ ہمارا ذہن علم کے حصول کے لیے کس طرح کام کرتا ہے۔ علم میں اضافہ ان دونوں طریقوں سے ہوتا ہے۔ فرد اپنے گردوپیش میں موجود ہر شے اور عمل کا مشاہدہ و مطالعہ کرتا رہتا ہے۔ ہر ایک کی مختلف خصوصیات کی بنیاد پر ان کی درجہ بندی کرتا ہے اور پھر مخصوص لازمی صلاحیتوں کی بنیاد پر تعمیم کرتا ہے۔ اس کے بعد ہی وہ اس شے یا عمل کو کوئی نام دیتا ہے۔ یہ نام تصوّر کہلاتا ہے۔ تصوّر ایک گروہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ذہن کی یہ کارکردگی جس کے تحت ہم خاص سے عام تک پہنچتے ہیں استقرائی عمل کہلاتی ہے۔ مثلاً پرندہ، جانور، کتاب، قلم، لباس، اسم اور فعل وغیرہ گروہ ہیں۔ 'پرندہ' ایک گروہ ہے جس کا تصور چڑیا، کوّا، کوئل، چیل، فاختہ اور طوطا وغیرہ کے مشاہدہ کی بنیاد پر قائم ہوا ہے۔ اس میں فکر کا رخ خاص سے عام کی طرف ہوتی ہے۔ اس کے برعکس اگر گروہ کا ذکر پہلے ہوا ہے اور پھر اس کی مثالیں تلاش کی جائیں یعنی اگر فکر کا رخ عام سے خاص کی طرف ہے تو یہ استخراجی عمل ہوگا۔ جیسے اگر بچّے کے ذہن میں 'پرندے' کا تصور واضح ہے تو وہ اس کی مثال دے سکتا ہے اور مچھر، مکھّی، تتلی یا بھونرے کو وہ پرندہ نہیں کہے گا۔ اگرچہ وہ بھی اڑتے ہیں۔ استاد کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہر لفظ ایک تصور ہوتا ہے جس کی اپنی خصوصیات ہوتی ہیں۔ زبان میں کبھی کبھی ایک ہی لفظ دو گروہوں کی نشاندہی کرتا ہے۔ جیسے 'کھانا' یہ اسم بھی ہے اور فعل بھی۔ لیکن جب ان کی مثالیں دی جائیں گی تب بچّہ بتاسکے گا کہ اس کا استعمال اسم کے لیے کیا گیا ہے یا فعل کے لیے۔

تصوّرات کی تشکیل کے عمل میں استقرائی اندازِ نظر کا استعمال ہوتا ہے اور اس کی وضاحت یا مثالیں دیتے وقت استخراجی اندازِ نظر استعمال ہوتا ہے۔ ایک دوسری مثال 'کتاب' کی لی جاسکتی ہے۔ 'کتاب' ایک وسیع تصور ہے جس کے ذیلی تصورات معاون کتب، رہنما کتب، رسالے اور ناول وغیرہ ہوتے ہیں۔ یہ ذیلی تصورات ایک دوسرے سے مختلف ہوتے ہیں۔ رسالے نصابی کتاب نہیں ہوسکتے اسی طرح ناول کو رہنما کتاب نہیں کہا جاسکتا۔

اردو زبان میں استقرائی طرز کا استعمال قواعد کے اصول، اصطلاحات کی تعریف اور سمجھ پیدا کرنے کے لیے کیا جاتا ہے۔ مثالوں کے ذریعے زبان کو صحیح ڈھنگ سے استعمال کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔ طلبا مشق، تجربے اور تجزیے کے ذریعے زبان کے اصول و قواعد کی جانچ کرکے اپنی تقریر و تحریر کو بہتر بناتے ہیں۔ اس طرح اپنی کاوشوں سے سیکھنے میں انھیں دقّت پیش نہیں آتی اور نہ ہی ان پر ذہنی دباؤ پڑتا ہے۔ یہاں انھیں رٹنے کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ انھوں نے قواعد کو استعمال کرکے اس کے اصولوں کو سیکھا ہے۔ اس کے برعکس اگر قواعد یا گرامر کے اصولوں کو بغیر مثالوں کے بتایا جائے یعنی ان کی تعریف پہلے بیان کی جائے اور اس کی مثالیں بعد میں دی جائیں تو اس طریقے سے ان میں رٹنے کے رجحان کو فروغ ملے گا کیوں کہ وہ بغیر سوچے سمجھے 'تعریفوں' کو یاد کرنے کی کوشش کریں گے۔ یہ طریقہ استقرائی طرز کے برعکس ہے۔ یہ استخراجی اندازِ نظر ہے۔ استخراجی طرز پر تدریس کو بہتر بنانے کا طریقہ یہ ہوسکتا ہے کہ تصورات اور ذیلی تصورات کو ایک نقشہ کی شکل میں بنایا جائے جسے فلو چارٹ بھی کہتے ہیں جہاں اہم تصور سر فہرست ہو اور ذیلی تصورات بتدریج اس کے نیچے ہوں۔ اس طرح نقشہ بنانے سے طلبا قواعد بہ آسانی سمجھ اور سیکھ سکتے ہیں۔

4 ربطِ باہمی کا نظریہ

تعلیم باہمی میل میلاپ کا عمل ہے جس کا اہم مقصد علم حاصل کرکے اس میں ربط قائم کرنا ہے۔ علم کو ایک اکائی کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ایسا تعلیمی عمل جس میں کوئی بات بچے کے ذہن نشین کرانے کے لیے ایک مطالعہ کا دوسرے مطالعے کے ساتھ ربط قائم کیا جاتا ہے، ربطِ باہمی کا نظریہ کہلاتا ہے۔ یہی باہمی ربط مطالعے کو دلچسپ بناتا ہے۔ ہربرٹ نے باہمی ربط کے بارے میں لکھا ہے کہ ذہنی صلاحیت اس بات پر منحصر نہیں ہے کہ حاصل شدہ معلومات الگ الگ ٹکڑوں کی صورت میں حاصل ہوئی ہیں اور ایک دوسرے سے اُن کا

کوئی ربط نہیں ہے۔ ہربرٹ کا خیال ہے کہ ذہن ایک منظم نظام ہے جس میں علم ٹکڑوں کی صورت میں بڑھتا ہے اور علم کا ایک دوسرے کے ساتھ ربط قائم ہوتا جاتا ہے۔یہی باہمی ربط کا اصول ہے۔اس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں:

4.1 مضمون کے متن کا باہمی ربط

مضمون کے متن کے باہمی ربط سے یہاں مراد ہے واقعات، جذبات، احساسات کا فطری انداز میں ایک دوسرے سے جڑا ہونا یعنی ایک بات یا واقعے کو دوسری بات یا واقعے سے مربوط کرنا۔اس میں نفسیاتی یا منطقی طور پر ایک بات کا دوسری بات سے ربط ہوتا ہے۔

نفسیاتی طور پر بچّے کی دلچسپی اور مفہوم کو سمجھنے کی اس کی صلاحیت اہمیت رکھتی ہے۔اس میں کچھ منطقی اصول بھی ہو سکتے ہیں لیکن ضروری نہیں ہے کہ یہ اصول موثر ہوں۔ جیسے منطقی طور پر بچّے کو پہلے حروف تہجی سکھائے جاتے ہیں جب کہ نفسیاتی طور پر یہ مناسب نہیں ہے۔نفسیاتی طور پر الفاظ کو اوّلیت دی جاتی ہے بعد میں حروفِ تہجّی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔

منطقی طور پر کسی بھی زبان کے اصول و قواعد کا جاننا ضروری ہے کیوں کہ اصول و قواعد کے بغیر صحیح زبان بولی جاسکتی ہے اور نہ لکھی جاسکتی ہے۔

مضمون کے متن کے باہمی ربط میں ایک زبان کی مختلف اصناف کا ایک دوسرے سے باہمی ربط بھی شامل ہے جیسے نثر لکھتے وقت قواعد کے اصولوں کی پابندی تو ضروری ہے۔ تاہم اپنی بات کو پر زور یا خوبصورت بنانے کے لیے عبارت میں اشعار بھی شامل کر لیے جاتے ہیں۔

4.2 مختلف مضامین کا ایک دوسرے کے ساتھ ربط

اس میں ایک مضمون کو دوسرے مضمون یا بہت سے مضامین کے ساتھ مربوط کیا جاتا ہے۔زبان پڑھاتے وقت معلّم مختلف مثالیں دے کر سبق کو سمجھاتا ہے یا دوسرے مضامین سے اس کا ربط قائم کرتا ہے تو ایسا ربط مضامین کا باہمی یا آپسی ربط کہلاتا ہے۔ مثال کے طور پر جب معلّم تاج محل پر کوئی سبق پڑھاتا ہے تو وہ جہاں عبارت کی خوبیوں کو واضح کرتا ہے، وہیں تاج محل کے بارے میں بہت سی باتیں بتاتا

ہے جیسے اسے کس نے بنوایا، کب بنوایا، اس کی لمبائی چوڑائی کتنی ہے، اس کی شکل کس طرح کی ہے، اس میں کن کن چیزوں کا استعمال ہوا ہے اور وہ کہاں کہاں سے منگوائی گئی ہیں۔ اس طرح زبان کے سبق کا تعلق تاریخ، ریاضی، سائنس، جغرافیہ وغیرہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔

4.3 اسکول اور حقیقی زندگی میں ربط

اس باہمی ربط کا اصل مقصد یہ ہوتا ہے کہ بچے کو نظم و ضبط سکھایا جائے اور تہذیب یافتہ بنایا جائے۔ باہمی ربط کی وجہ سے اسکول ہر ایک بچّے کی شخصیت کے بارے میں واقفیت حاصل کرتا ہے اور والدین سے وقتاً فوقتاً مشورے طلب کرتا رہتا ہے۔ اسکول کا بچّوں کے والدین سے ربط پیدا ہوتا ہے۔ اسکول کی تعلیمی کارکردگیوں کی وجہ سے بچّے کے گھروں کے ماحول متاثر ہوتے ہیں۔

5 زبان کا ہمہ جہت نظریہ

زبان کے ہمہ جہت نظریے کو وسعت دینے میں تعلیم، لسانیات، نفسیات، سماجیات اور علم الانسان نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس نظریے میں تعلیم کا تعمیری نظریہ بھی شامل ہے۔ تعمیر پسند اساتذہ طلبا کے ذریعے حاصل کیے گئے علم پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ ہمہ جہت نظریہ زبان کے ایسے علم پر زور دیتا ہے جس میں زبان کے مختلف پہلو شامل ہوں۔

ہمہ جہت نظریے کے تحت زبان ایک مکمل مفہوم و مطالب اخذ کرنے والا طریقہ ہے۔ اس کے مطابق جب بچّہ معنی اخذ کرتا ہے تو وہ اس کی سوچ پر مبنی ہوتے ہیں۔ ہمہ جہت نظریے کا فلسفہ اعلیٰ درجے کے ادب پر زور دیتا ہے۔ یہ نظریہ بچّوں میں ادب کے تئیں محبت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔

زبان کا ہمہ جہت نظریہ اکتسابی عمل کے نظریے پر مبنی ہے۔ ہمہ جہت زبان کا نظریہ نوم چومسکی کے نظریۂ تحصیل زبان پر مبنی ہے۔ 1967 میں کین گڈمین (Ken Goodman) نے پڑھنے سے متعلق جو خیالات بیان کیے وہ اس سے ملتے جلتے تھے۔

آسان لفظوں میں، ہمہ جہت نظریہ زبان کی تدریس کا ایک ایسا طریقہ ہے جس میں مطالعے کو ایک اکائی کے طور پر دیکھا جاتا ہے۔ اس فلسفے کے ماننے والوں کا کہنا ہے کہ زبان کو حروف اور حروف کے اتحاد کی صورت میں الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔ بلکہ زبان مفہوم و معنی اخذ کرنے کا ایک مکمل طریقہ ہے۔

6 کثیر لسانی اندازِ نظر

ابتدائی جماعتوں میں طلبا کو علاقائی یا مادری زبان پہلے سکھائی جاتی ہے۔ جہاں وہ اس کو پڑھنا اور لکھنا سیکھتے ہیں۔ ماہرین کا خیال ہے کہ بچپن کا دور ایسا ہے جہاں بچّے دو سے زیادہ زبانیں آسانی سے سیکھ لیتے ہیں۔ اگرچہ یہ صرف سمجھنے اور بولنے کی حد تک ہوتا ہے۔ جہاں اردو زبان علاقائی یا مادری زبان نہیں ہوتی وہاں اسے دوسری یا تیسری زبان کی حیثیت سے پڑھایا جاتا ہے۔

دوسری زبان کی حیثیت سے کسی بھی زبان کو سیکھنا اس وقت آسان ہوتا ہے جب اس کی ساخت اور آوازیں پہلی زبان سے ملتی جلتی ہوں۔ جن طلبا کی پہلی زبان ہندی ہوتی ہے ان کے لیے اردو کو دوسری زبان کی مدد سے پڑھنا آسان ہوتا ہے کیونکہ یہاں الفاظ اور آواز دونوں میں یکسانیت ہے۔ رسم الخط میں فرق ہے۔ یہاں اردو کے حروف کو ہندی میں لکھ کر پڑھنے سے آسانی ہوتی ہے۔ انگریزی زبان کے ساتھ اردو یا اردو کے ساتھ انگریزی زبان سکھانے کے لیے ترجمے کے طریقے کو عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ انگریزی یا دوسری علاقائی زبان کے ساتھ اردو کو بحیثیت دوسری زبان سکھانے کے لیے آواز، لہجہ اور قواعد پر پہلے توجہ دی جائے، جیسے یہ میری کلاس ہے۔ یہ میری کتاب ہے، میں گھر جا رہا ہوں، میں کھیل رہی ہوں، میں دروازہ بند کر رہی ہوں۔ یہاں 'میری کتاب'، 'گھر'، 'کھیل' اور دروازہ پر توجہ زیادہ دی جائے گی۔ جب بچّے دوسری زبان پڑھنے اور لکھنے لگتے ہیں تو وہ اپنی قواعد کی غلطیوں کو خود بھی ٹھیک کر سکتے ہیں۔ سکھائی جانے والی زبان سیکھی ہوئی زبان سے جتنی نزدیک ہوگی اسے سیکھنے میں اتنی ہی آسانی ہوگی۔

ماہرینِ تعلیم اور ماہرینِ نفسیات نے دوسری زبان کی آموزش سے متعلق تحقیقات کی بنیاد پر یہ بتایا ہے کہ دوسری زبان کی آموزش میں جو نفسیاتی تغیّرات ہیں ان میں اہلیت، ذہانت، رویّہ، تحریک، اختیارات اور نسلیات کو بہت دخل ہے۔ اس میں طالب علم کے علاوہ معلم اور والدین کے رویّے اور تحریک کی بھی خاصی اہمیت ہے۔

ماہرین کی رائے ہے کہ کثیر لسانیت کا ذہنی نشو و نما، سماجی رواداری، غیر مرکوز فکر اور تعلیمی اکتساب سے مثبت تعلق ہے۔

کثیر لسانی اندازِ نظر کا خاص مقصد ابتدائی درجات کے طلبا میں مختلف زبانوں کے ذریعے ٹارگیٹ زبان کو سکھانا ہوتا ہے۔ چونکہ جماعت میں طلبا مختلف سماجی، معاشی، ثقافتی اور لسانی پس منظر سے تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے مختلف زبانوں کے ذریعے اگر مطلوبہ زبان کی تدریس کی جائے تو طلبا ایک سے زیادہ زبانیں سیکھتے ہیں۔ ان کے اعتماد میں اضافہ ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسروں کی تہذیب و تمدّن اور ثقافت سے بھی واقف ہوتے ہیں۔ خواندگی کی شرح میں اضافہ کرنے کے لیے یہ طریقہ معاون ثابت ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا استعمال ابتدائی درجات کے طلبا کے لیے زیادہ مفید ہے۔

اس طریقے میں مختلف زبانوں کے معلّم باہمی تعاون کے ساتھ اکتسابی سرگرمیوں کی منصوبہ سازی کرتے ہیں اور زبان کی لسانی تنظیم کو واضح کرتے ہیں۔ اس کے ذریعے طلبا میں زبان کی صوتیات اور تلفظ کی فہم پیدا کی جاتی ہے۔

7 ترسیلی اندازِ نظر

معاشرتی ترقی کے اس دور میں دنیا سمٹ کر ایک 'عالمی گاؤں' بن گئی ہے۔ اس صورتِ حال میں یہ لازمی ہے کہ افراد ایسی زبان استعمال کر سکیں جس کا رواج عام ہو، جسے دوسرے افراد سمجھ سکیں، جو گروہی سرگرمیوں کے لیے کار آمد ہو اور جہاں علم و خیالات کا تبادلہ ممکن ہو سکے۔ اس اہلیت کے لیے لازمی ہے کہ اسکول کی سطح سے ہی زبان کی تدریس اس شکل میں ہو جو علم و تجربات کے تبادلے میں معاون ہو۔ جہاں زبان کی ترسیلی خصوصیت پر زور دیا جا سکے۔ اسی ضرورت کے تحت امریکہ اور یورپ جیسے ترقی یافتہ ممالک میں لسانی تدریس کے ترسیلی اندازِ نظر کی ابتدا ہوئی۔

ترقی پسند ماہرین تعلیم نے غیر مفعولی آموزش کے مقابلے میں فعال آموزش پر زور دیا۔ اس نظریے سے اسکول کے ماحول میں ایک مثبت تبدیلی رونما ہوئی۔ جب طلبا کو ایک دوسرے کے ہمراہ اور گروہوں میں کام کرنے کا موقع فراہم کیا گیا تو وہ زیادہ فعال نظر آئے۔ جب طالب علم گروہ میں کام کرتے ہیں تو نہ صرف اپنا نظریہ دوسروں کے سامنے رکھتے ہیں بلکہ دوسروں کے نظریات و خیالات کو بھی سمجھتے ہیں۔ اس عمل میں زبان ہی ترسیل کا کام کرتی ہے اور اساتذہ کی نگرانی میں وہ صحیح زبان کا استعمال کرنا بھی سیکھ لیتے ہیں۔

امریکہ کے ماہر لسانیات اور علم الانسان کے ماہر ڈیل ہائمس (Dell Hymes) نے 'ترسیلی اہلیت' کے تصور کو پیش کیا تھا۔ ہائمس کے مطابق کسی زبان کے 'جاننے' سے مراد فرد کی ترسیلی اہلیت ہے۔ زبان بولنے والے میں نہ صرف زبان کے 'ساختی' عناصر کو مناسب طریقے سے استعمال کرنے کی اہلیت ہو بلکہ وہ ان ساختی عناصر کو مختلف معاشرتی ماحول میں مناسب طریقے سے استعمال کرنے کے لائق بھی ہو۔" اس نظریے کی مزید وضاحت برطانوی ماہر لسانیات ڈی۔ اے۔ ولکن نے کی ہے جو انفرادی اور اجتماعی طور پر زبان کے استعمال سے متعلق ہے۔ ولکن کے مطابق زبان میں روایتی گرامر اور الفاظ کے ذخیرے کے برعکس دو پہلو ہوتے ہیں۔ پہلا 'تصوراتی اور دوسرا 'عملی'۔ 'تصوراتی' پہلو میں وقت، مقام، مقدار اور تواتر جیسے بنیادی تصورات شامل ہیں۔ 'عملی' پہلو میں ترسیلی عوامل جیسے درخواست، اقرار، انکار اور شکایات وغیرہ کے اظہار کے لیے استعمال ہونے والے جملے یا الفاظ ہوتے ہیں۔ یورپ میں زبان کی تدریس کے نصاب میں اس نظریے کو شامل کیا گیا ہے۔

ترسیلی اندازِ نظر محض ایک 'تدریسی طریقہ کار' نہیں بلکہ ایک وسیع تصور ہے جس میں جماعت کی سرگرمیوں کو واضح طور پر تجویز کیا گیا ہے۔ یہ زبان کی تدریس کا ایسا اندازِ نظر ہے جس میں طلبا کے باہمی تعامل کو آموزش کا ایک وسیلہ نہیں بلکہ اصل مقصد قرار دیا جاتا ہے۔

ماہرین تعلیم اس بات پر متفق ہیں کہ اگر طلبا کو جماعت میں سکھائی جانے والی زبان کا تعلق ان کی روزمرّہ زندگی (معاشرے) کی زبان سے قائم کیا جائے تو ان کی ترسیلی صلاحیت کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔ جماعت میں بھی شمولیتی آموزش کی گنجائش رکھی جائے تا کہ طلبا میں برجستگی، تقریر کی روانی اور الفاظ پر قدرت جیسی صلاحیتیں فروغ پاسکیں۔ اجتماعی سرگرمیوں میں سبق کے کچھ حصوں (نظم، کہانی اور واقعہ وغیرہ) کو ڈرامے کی شکل دی جاسکتی ہے جس سے الفاظ کے تلفظ، جملوں کی ادائیگی، روانی اور ان میں پوشیدہ احساسات کی مدد سے ترسیلی مہارت کو فروغ دیا جاسکتا ہے۔

ابتدائی جماعتوں میں ترسیلی صلاحیت کو اجاگر کرنے میں 'سوال وجواب' کا طریقہ بہت اہمیت کا حامل ہے۔ معلم بچوں سے ان کی ذاتی زندگی سے متعلق چھوٹے چھوٹے سوالات کے ذریعے انھیں 'بولنے' پر آمادہ کرسکتے ہیں۔ مثلاً بچوں کے نام، والدین کے نام، پتا، بچوں کی پسندیدہ خوراک، مقام، کھیل، دوست اور ان کی خوبیاں وغیرہ۔

سوال وجواب کے طریقے کے علاوہ بعض دوسرے طریقہ ہائے تدریس بھی ترسیلی صلاحیت بڑھانے میں مددگار ثابت ہوسکتے ہیں۔ گفتگو کا طریقہ، بیانیہ یا خطابیہ طریقہ، بحث ومباحثہ کا طریقہ، توضیحی وتشریحی طریقہ ڈراما، اور کردار سازی کا طریقہ وغیرہ۔

8 بین علوم اندازِ نظر Inter-disciplinary Approach

بیسویں صدی کی آخری تین دہائیوں میں اس اندازِ نظر کا فروغ ہوا۔ اس نظریے کے تحت کسی جماعت میں پڑھائے جانے والے مضامین کو ان کی نوعیت کے اعتبار سے یکجا کیا جاتا ہے اور جزوی کے بجائے کلّی علم طلبا کو فراہم کیا جاتا ہے۔ بین علومی نظریہ تعمیری طرز کے مطابق ہے جہاں طلبا کسی شے یا موضوع کے بارے میں کلّی معلومات حاصل کرتے ہیں۔ اس انداز کا استعمال زبان کی تدریس میں بھی کیا جاتا ہے۔ جہاں کسی نظم یا مضمون کو اس کے کلّی تناظر میں پڑھایا جاتا ہے۔ کسی مضمون کو پڑھاتے وقت استاد اس سے متعلق تاریخی، تہذیبی اور معاشرتی روایات کا ذکر کرتا ہے۔ جیسے لال قلعے پر سبق پڑھاتے وقت نہ صرف اس کے بنوانے والے بلکہ اس کے بنانے والوں کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ عمارت کی خوبصورتی، اس میں لگنے والے پتھروں کی خوبی، عمارت کا نقشہ اور اس کی اہمیت وغیرہ پر بھی روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس کی دوسری مثال اردو زبان میں پڑھائی جانے والی کسی نظم سے بھی لی جاسکتی ہے۔ اس نظم کو پڑھاتے وقت زبان کی خوب صورتی اور خوبی کے علاوہ پس منظر اور موضوع سے متعلق دیگر معلومات فراہم کی جاتی ہیں۔

اس اندازِ نظر سے طالب علم کو مکمل اور جامع علم حاصل ہوتا ہے جس سے نہ صرف اس کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے بلکہ دلچسپی قائم رہتی ہے اور کسی نظریے کو کُل کی شکل میں دیکھنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ معلّم ایک مشترکہ عنوان کا انتخاب کرتا ہے مثلاً 'پیڑ پودے' یا 'ماحولیات'۔ پھر کسی جماعت کے تمام مضامین میں پیڑ پودے یا ماحول سے متعلق درس وتدریس کی جاتی ہے۔ جیسے اردو زبان میں پیڑ پودوں یا ماحول سے متعلق نظم یا مضمون کو پڑھاتے وقت سائنس میں ماحولیاتی آلودگی، پیڑ پودوں کے فوائد، اُنھیں کاٹنے سے ہونے والے نقصانات، جغرافیہ میں درختوں کی اقسام اور فصلوں کی پیداوار وغیرہ ریاضی میں پیداوار کا ریکارڈ، نفع ونقصان وغیرہ ان تمام امور کو ایک ساتھ پڑھایا جاسکتا ہے۔ اس سے بیک وقت کئی مضامین کی معلومات میں اضافہ ہوتا ہے۔ طلبا میں خوداعتمادی پیدا ہوتی ہے۔

9 شمولیاتی اندازِ نظر Inclusive Approach

شمولیاتی تعلیم کا طریقہ تعلیم کا آفاقی انداز ہے جس میں ہر طرح کے طالب علم کو شامل کیا جاتا ہے۔اس کے تحت کسی بھی بچے کو کسی بنیاد پر تعلیمی سرگرمیوں سے باہر نہیں کیا جاتا ہے۔ شمولیاتی تعلیم کا مطلب ہے کہ خصوصی ضرورت کے حامل بچوں کو بھی انھیں اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کا موقع فراہم کیا جائے جہاں عام طلبا تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ یہ نظریہ خصوصی ضرورت کے حامل طلبا کی خصوصی نوعیت کے اسکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کی نفی کرتا ہے۔ شمولیاتی تعلیم کے تحت سبھی طلبا کو ساتھ میں رہنا اور تعلیم حاصل کرنا سکھایا جاتا ہے جس میں تفریق، امتیاز اور تعصب کی گنجائش نہیں رہتی۔ شمولیاتی تعلیم سب کو شامل کرنے کے اصول پر کام کرتی ہے اس کے ذریعے خصوصی ضروریات کے حامل افراد، پسماندہ اور ترقی کے قومی دھارے سے دور رہنے والے بچّوں کو سب کے ساتھ تعلیم کا موقع فراہم کیا جاتا ہے جس سے کہ وہ اپنی عمر کے بچوں کے ساتھ بلا کسی تفریق کے تعلیم حاصل کر کے ترقی کے قومی دھارے میں شامل ہو سکیں۔

10 خلاصہ:

حاصل کلام یہ ہے کہ طلبا کو آموزش پر آمادہ کرنے اور اس عمل کو پُر لطف بنانے کے لیے اساتذہ مختلف طریقے اختیار کرتے ہیں۔ طلبا کی عمر، فطرت، ماحول اور متن وغیرہ کے مدّ ِنظر اُستاد مختلف طریقوں کا تعین کرتے ہیں۔ تدریس کو دلچسپ اور موثر بنانے کی کوشش کے تحت وہ سوال جواب، توضیحی، تمثیلی اور قصہ گوئی جیسے طریقوں کا انتخاب کرتے ہیں۔ بعض اوقات ایک ہی سبق کے دوران ایک سے زائد طریقوں کا بھی استعمال کیا جاتا ہے۔زبان کے استاد کو تدریسی طریقہ کار کے انتخاب، تعین اور تشکیل وتوضیع میں احتیاط سے کام لینا ہوتا ہے۔اس کام کے لیے سنجیدہ غوروفکر اور مہارت کی ضرورت پیش آتی ہے۔

خیال رہے کہ اگر تدریس وآموزش میں بہتر طریقۂ تدریس کا استعمال کیا جائے تو آموزش بہتر ہوتی ہے۔ طریقۂ تدریس مقاصد کی تکمیل میں معاون ہوتا ہے۔ یہ معلّم کی کارکردگی کے انداز اور اس کے عمل کی تکمیل کا طریقہ ظاہر کرتا ہے۔ مختصراً یہ درسی مواد کو

پیش کرنے کا ذریعہ ہے۔ یہ معلّم کا وہ عمل ہے جو تدریس و آموزش کے عمل کو منظم کرتا ہے۔ اس میں حکمتِ عملی اور تکنیک دونوں شامل ہوتے ہیں۔

آج کے ترقی یافتہ دور میں علم و معلومات میں تیزی سے تبدیلی آرہی ہے۔ اسی لیے ضروری ہے کہ ہمارا تعلیمی نظام لچک دار اور محرک ہو جس میں طالب علم اور معلم دونوں کو آزادی فراہم کی جائے۔ یہاں آزادی سے مراد یہ ہے کہ استاد وقت، موقع اور حالات کو دیکھتے ہوئے طریقۂ تدریس کا استعمال کرے۔ طالبِ علم کی آزادی سے مراد یہ ہے کہ درس و تدریس کے عمل میں اسے اہمیت دی جائے اور اس کی شمولیت کو یقینی بنایا جائے۔

Disclaimer	آن لائن کورس کے درسی مواد کی ترتیب و تدوین کے لیے این سی ای آر ٹی کی درسی و معاون درسی کتابوں اردو زبان و ادب کی تاریخ، اردو قواعد و انشا، اردو کی ادبی اصناف، رہنما کتاب، اردو تدریسیات، اردو زبان کی تدریس وغیرہ سے استفادہ کیا گیا ہے۔